أو قبلها بشهوة او مص صبي ثديها وخرج اللبن تفسد صلاتها الخامس التفويض إلى رأي المصلي فان استكثره فكثير و الا فقليل (ردالمختار ۶۲۴/۱، ۶۲۵)

ان اقوال میں پہلے تینوں اقوال کا مرجع تقریباً ایک ہے اور یہی راجح ہے کہ عمل کثیر ہر ایسا عمل جو نہ نماز کی درستگی کے لئے ہو اور نہ نماز کے اعمال میں سے ہو، اور اس کے کرنے سے دور سے دیکھنے والے شخص کو غالب گمان ہو جائے کہ یہ شخص نماز میں نہیں، یہ عمل عمل کثیر ہے اس سے نماز ختم ہو جاتی ہے، اور جو ایسا نہ ہو تو وہ عمل قلیل ہے لہذا موبائل کا بند کرنا اگر عمل کثیر کی حد تک نہ پہنچا ہو تو اس کے بند کرنے پر نماز پر کوئی برا اثر نہیں پڑے گا۔ اب اگر موبائل فون بار بار بجتا ہو تو عمل قلیل کے ذریعے دوبارہ بلکہ سہ بارہ بھی موبائل کو بند کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ بار بار موبائل بند کرنے میں عمل کثیر نہ ہو سکے، تا کہ نماز کے فاسد ہونے سے بچا جا سکے، عمل کثیر کی تعریفات میں الحركات الثلاثة المتوالية کی جو تعریف مذکور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک رکن کی مقدار یعنی جتنے وقت میں تین بار سبحان ربي الاعلى کہا جا سکے مراد ہے ظاہر ہے کہ اتنے وقت میں اگر تین حرکات واقع ہوئیں، تو وہ متوالیہ ہی ہوں گے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وحدة رکن کے ساتھ توالی بھی شرط ہے، سو کسی طویل رکن میں تین حرکات کا اس طرح وقوع کہ آخری حرکت بقدر رکن وقت کے بعد ہو، مفسد نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۴۱۹/۳)

كما في الدر المختار و كره...... وعبثه به أي بثوبه وبجسده للنهي الالحاجة قوله الالحاجة كحك بدنه لشئي اكله و أضره و سلت عرق يؤلمه ويشغل قلبه وهذا لو بدون عمل كثير قال في الفيض الحك بيد واحدة في ركن ثلاث مرات يفسد الصلوة إن رفع يده في كل مرة (ردالمختار ۶۴۰/۱)

خلاصہ یہ ہے کہ پہلے تو نماز کو شروع کرنے سے قبل اپنا موبائل فون بند کر لینا چاہیے اور اگر سہواً بند کرنا رہ جائے تو دوران نماز اگر موبائل پر فون آئے تو عمل قلیل سے اس کو بند کرنا جائز ہے۔ اگرچہ بار بار کیوں نہ بجے بشرطیکہ بار بار بند کرنا عمل کثیر کی حد تک نہ پہنچے۔

الکحل ملی ہوئی ادویات اور عطریات کا استعمال

سوال: جناب مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ایک مسئلہ دریافت طلب ہے کہ آج کل ہومیو پیتھک کی جملہ ادویات میں اور ایلو پیتھک کی کافی ساری ادویات میں الکحل استعمال ہوتا ہے اسی طرح بعض عطریات وغیرہ میں بھی الکحل استعمال ہوتا ہے، اس الکحل کے بغیر ان ادویات کا موثر ہونا یا دیر تک رہنا ممکن نہیں ہوتا، اور کہا جاتا ہے کہ الکحل شراب ہے، کیا ایک مسلمان کے لئے شراب ملی ہوئی ادویات اور عطور کا استعمال جائز ہے۔ اس کا شرعی حکم مدلل

اور مفصل عنایت فرمائیں۔ والسلام (ایم وکیل خان) باڑہ خیبر ایجنسی

الجواب وبالله التوفيق

الکحل کے بارے میں مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے ماہرین سے الکحل کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ وہ ایک عنصر ہے جو بہت سی چیزوں مثلاً پھلوں، ترکاریوں کے اندر قدرۃً موجود رہتا ہے۔ اسی عنصر کو بعض تدابیر سے علیحدہ کر کے بہت سے اغراض کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً خوشبو، ذائقہ بڑھانا، کسی چیز کو جلد خراب ہونے سے بچانا اور اس کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ اس کے اندر بہت سی اشیاء بھی تحلیل ہو جاتی ہیں جو اور کسی طرح حل نہیں ہوسکتیں۔ دریافت کرنے پر یہ بھی بتایا گیا کہ اس میں ہلاکت خیز حد تک سکر (نشہ) ہوتا ہے، یعنی کوئی شخص خالص الکحل استعمال کرے تو نشہ کیساتھ ہلاک بھی ہو جاتا ہے۔ (تعمیر حیات ۱۰ فروری ۱۹۹۰ء بحوالہ جدید مسائل شرعی حل ص ۲۵۷)

اور یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ الکحل آج کی زندگی کے لوازمات میں سے ہے۔ اس لئے کہ یہ عنصر بہت سی سائنٹفک اغراض کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً ہومیو پیتھک دوائیوں میں عام طور پر الکحل استعمال ہوتا ہے، ایلو پیتھک کے بھی بہت سی دواؤں میں الکحل شامل ہے۔ رنگوں میں، عطریات میں بھی اور کیمیکلز وغیرہ میں اس کا استعمال عام ہے۔ گویا آج کی دنیا میں اس کے استعمال سے بچنا مشکل ہے، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ ایک نشہ آور شئی ہے اور اکثر فقہاء کرام کے ہاں تمام نشہ آور چیزیں شراب کا مصداق ہے، لقول علیہ السلام کل مسکر حرام، علماء احناف میں یہی رائے امام محمدؒ کی ہے، چونکہ اس باب میں دلائل زیادہ قوی ہیں اس لئے متاخرین علماء نے امام محمدؒ کی رائے کو مفتی بہ قرار دیا ہے، كما قال الحصكفيؒ وحرمها محمد أي الاشربة المتخذة من العسل والتين ونحوهما قاله المصنف (مطلقاً) قليلها و كثيرها وبه يفتي. ذكره الزيلعي وغيره. قال ابن عابدينؒ (قوله وبه يفتي) أي يقول محمد وقوله الائمة الثلاثة لقوله عليه الصلوة والسلام كل مسكر خمر و كل مسكر حرام رواه مسلم وقوله عليه الصلوة والسلام ما اسكر كثيره فقليله حرام رواه أحمد و ابن ماجة و الدار قطني وصححه (قوله وغيره) لصاحب الملتقى والمواهب والكفاية والنهاية والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار والقهستاني والعيني حيث قالوا الفتوى في زماننا بقول محمدؒ لغلبة الفساد (ردالمحتار ۶/ ۴۵۴، ۴۵۵)

اور ان ہی علماء کے ہاں یہ تمام اشربۂ مسکر نجاست غلیظہ ہیں: كما قال ابن عابدينؒ وهذه الاشربة عند محمد وموافقيه كخمر بلاتفاوت في الاحكام وبهذا يفتي في زماننا فخص الخلاف بالاشربة وظاهر قوله بلاتفاوت أن نجاستها غليظة فتنبه اهـ (ردالمحتار

۴۵۵/۶) اور علامہ تقی عثمانی نے لکھا ہے ولکن ذکر المتاخرون ان الراجح کو تھا نجاسة غلیظة (تکملة فتح الملهم ۶۰۸/۳) اور علامہ حصکفیؒ نے لکھا ونجاسة ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قال المصنف کالخمر به یفتی قال ابن عابدینؒ تحت قول به یفتی عزاه القهستانی الی الکرمانی وغیره (رد المحتار ۴۵۱/۶)

اسلئے ان علماء کرام کے ہاں تمام مسکر مشروبات کا استعمال نہ خارجاً جائز ہے اور نہ داخلاً اور نہ ان کا پینا جائز ہے۔

لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ صرف چار اقسام کی شراب کو خمر کا مصدق قرار دیتے ہیں۔ (۱) انگور کی کچی یا پکائی ہوئی شراب (۲) کھجور کی شراب (۳) منقا کی شراب (۴) چھوہاروں کی شراب یہ چاروں قسم کی شراب مطلقاً حرام ہیں نہ ان کا خارجی استعمال جائز ہے اور نہ داخلی استعمال اور نہ ان کا پینا جائز ہے۔ البتہ ان کے علاوہ جو اشربۃ ہیں وہ اس وقت حرام ہیں جب وہ اتنی مقدار میں پی جائے جو نشہ پیدا کردے اور نجس بھی نہیں۔ کما قال تقی عثمانی واما غیر الاشربة الاربعة فلیست نجسة عند الامام ابی حنیفةؒ (تکملة فتح الملهم ۶۰۸/۳)........... جبکہ الکحل عموماً اشربۃ اربعۃ کے علاوہ دوسری اشیاء سے بنتا ہے، علامہ تقی عثمانی مدظلہ نے لکھا ہے۔

لأنها ان لم تکن مصنوعة من التی من ماء العنب فلا یحرم بیعها عنده والذی ظهرلی ان معظم هذه الکحول لاتصنع من العنب بل تصنع من غیرها وراجعت له دائرة المعارف البریطانیة المطبوعه ۱۹۵۰م ۵۴۴/۱) فوجدت فیها جدولا للمواد التی تصنع منها هذه الکحول فذکر فی جملتها العسل والدبس والحب والشعیر والمجور وعصیر اناناس (التفاح الصوبری) والسلفات والکبریتات ولم یذکر فیها العنب والتمر (تکملة فتح الملهم ۵۵۱/۱)

اور اس وقت الکحل ایک ضرورت بن چکا ہے، اس لئے کہ اس دور میں تقریباً تمام تر مصنوعات میں کسی نہ کسی درجے میں اس کا استعمال ہوتا ہی ہے، جو ایک عموم بلویٰ اور ضرورت عامہ کی صورت اختیار کرچکا ہے۔ علامہ عثمانی صاحب مدظلہ نے لکھا ہے، وانما نبهت علی هذا لأن الکوحل المسکرة (Alcohals) الیوم صارت تستعمل فی منظم الأدویة ولأغراض کیمیاویة أخری ولاتستغنی عنها کثیر من الصناعات الحدیثة وقد عمت بها البلوی واشتدت إلیها الحاجة والحکم علی قول أبی حنیفة سهل (تکملة فتح الملهم ۵۵۱/۱)

لہذا جب الکحل اشربۃ اربعۃ کے علاوہ دیگر اشیاء سے تیار کئے جاتے ہیں اور امام صاحب کے ہاں دیگر اشیاء سے تیار کیا گیا شراب نجس بھی نہیں اور نہ حد سکر سے کم کی مقدار اس کا استعمال حرام ہے۔ اس لئے الکحل ملی

ادویات اور عطریات وغیرہ کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے اور تقریباً اکثر متاخرین اہل علم نے اسی کو راجح قرار دیا ہے' علامہ تقی عثمانی مدظلہ نے لکھا ہے۔ وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة (Alcohals) التي عمت بها البلوىٰ اليوم فإنها تستعمل في كثير من الادوية والعطور والمركبات الأخرى فأنها إن اتخذت من العنب او التمر فلاسبيل إلى حلتها اوطهارتها وان اتخذت من غيرهما فالا مرفيها سهل على مذهب أبي حنيفة ولايحرم استعمالها للتداوى اولاغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الاسكار لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرى ولا يحكم بنجاستها أخذاً بقول ابي حنيفه وان معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الادوية والعطور وغيرها لاتتخذ من العنب أو التمر أنما تتخذمن الحبوب أو القشور اوالبترول وغيره كما ذكرنا في باب بيع الخمر من كتاب البيوع و حينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول ابي حنيفه عند عموم البلوىٰ (تكملة فتح الملهم ۶۰۸/۳) اس کے علاوہ ادویات اور عطور وغیرہ میں مل جانے کے بعد اس کی ذاتی حیثیت بھی ختم ہو جاتی ہے' نہ اس میں وہ نشہ رہتا ہے اور نہ وہ اپنی اصلی حالت پر باقی رہتی ہے' اور جب کوئی شئی اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہتی تو اس کے احکام تبدیل بھی ہو جاتے' اس لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر شراب سے سرکہ بنایا جائے تو اس سرکے کا استعمال شرعاً جائز ہے اس پر شراب کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ قال ابن عابدين واذا صار الخمر خلا يطهر مايوازيها من الاناء۔ واما اعلاه فقيل يطهر تبعاً وقيل لايطهر لانه خمر يابس الا اذا غسل بالخل فتخلل من ساعته فيطهر هداية والفتوىٰ على الاول خانية (ردالمحتار ۴۵۱/۶) قال ابن عابدين في غاية البيان عن شرح الطحاوى لوخلطها بالماء ان الماء أقل أومساوياحدو ان أغلب فلا الا اذا اسكر وفي الذخيرة عن القدورى اذا غلب الماء عليها حتى زال طعمها وريحها فلاحد (ردالمختار ۴۴۹/۶) اس کے علاوہ جن ادویات میں ان کا استعمال ہوا ہے وہ حد اسکار تک نہیں پہنچے ہیں اور خصوصاً تداوی کے لئے فقہاء کرام نے بھنگ' افیون کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ كما في خلاصة الفتاوىٰ شرب البنج للتداوى لابأس به (خلاصة الفتاوىٰ ۲۰۴/۴)

قال ابن عابدينؒ عن شرح شيخ الاسلام أكل قليل السقمونيا البنج مباح للتداوى (ردالمحتار ۴۵۷/۶) وقال ايضاً وهو صريح في حرمة البنج والافيون

لاللدواء وفي البزازية والتعليل ينادي بحرمته لاللدواء كلام البحر وجعل في النهر هذا التفصيل هو الحق (رد المختار ٦/٤٥٧) اورالھندیۃ میں ہے هل يجوز شرب القليل من الخمر للتداوي اذا لم يجد شيئا يقوم مقامه فيه وجهان (الهندية ۳۵۵/۵)

اور خصوصاً جب اس کے اوصاف خمریہ زائل ہوجائے کما قال ابن عابدينؒ مراد صاحب القنية انها تحل اذا زالت عنها أوصاف الخمرية وهي المرارة والاسكار لتحقق انقلاب العين كما لو انقلبت خلا (رد المختار ٦/ ٤٥٠)

تو اس جملہ تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں ادویات عطریات اور بعض دیگر مشروبات میں الکحل کا استعمال ایک ضرورت بن چکا ہے بدون اس کے ان ماکولات ومشروبات اور عطریات کا تعفن (خراب ہونے) سے بچنا تقریباً ممکن نہیں۔ اسی طرح ادویات خصوصاً ہومیو پیتھک کے ادویات اس کے بغیر ناپید ہیں' اور ان اشیاء میں اس کا استعمال بھی مغلوب کے درجے میں ہے' جس سے اوصاف خمریہ یعنی مرارہ کڑواہٹ اور نشہ بھی تقریباً ختم ہوچکا ہوتا ہے۔ اس لئے مذکورہ دلائل اور ارباب علم وافتاء کی ترجیح کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ الکحل ملی ادویات وعطریات' اور مشروبات حلال اور جائز ہے اگر چہ تقویٰ بچنے میں ہے۔

میت کو تابوت میں دفنانے کا شرعی حکم

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل مردے کو تابوت میں رکھ کر قبر میں دفنایا جاتا ہے اور اسکے لئے عمدہ اور بہتر قسم کے تابوت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہم نے بعض علماء کرام سے سنا ہے کہ تابوت میں میت کو دفنانا مکروہ ہے۔ مہربانی فرما کر وضاحت کریں کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے مردے کو تابوت میں رکھ کر دفنانے کی کیا حیثیت ہے۔ (۲) اسی طرح اگر کوئی شخص بحری جہاز میں فوت ہوجائے اور اس کو ساحل پر لانے میں دشواری ہو تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟ باحوالہ جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا

احسان اللہ (صوابی) ۲/ مارچ ۲۰۰۶ء

الجواب وبالله التوفيق

مردے کو دفنانے کا طریقہ بنی نوع انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی شروع ہوا ہے' چنانچہ جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو پھر اس کی لاش کے بارے میں حیران و پریشان تھا کہ وہ اس لاش کے ساتھ کیا کرے تو اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا کہ وہ چونچ اور پنجوں سے زمین کھود کر دوسرے کوے کو اس میں رکھ کر اوپر مٹی ڈالے اور قابیل کو گویا

دفنانے کے طریقہ کی تعلیم دے۔ اس وقت سے مردے کو دفنانے کا طریقہ چلا آ رہا ہے۔ اس لئے مختلف اقوام کے ہاں مردے کو دفنانے کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ اسلام میں مردے کا دفنانا فرض کفایہ ہے (علم الفقہ' حصہ دوم/۳۵۲)

قبر کی ساخت کے بارے میں فقہا کرام نے لکھا ہے کہ میت کی قبر کم از کم نصف قد کے برابر ہونی چاہیے اور اگر پورے قد کے برابر قبر کھودی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ کما قال ابن عابدینؒ (قوله مقدار نصف قامة الخ) أولى حد الصدر وإن زاد إلى مقدار قامة فهو أحسن كما في الذخيرة فعلم أن الادنى نصف القامة والاعلى القامة وما بينهما شرح المنية وهذا احد العمق والمقصود منه المبالغة في منع الرأية ونبش السباع وفي القهستاني وطوله على قدر طول الميت وعرضه على قدر نصف طوله (ردالمختار ۲/ ۲۳۴) اسی طرح صندوقی (شق) سے بغلی (لحد) والی قبر بہتر ہے تاہم اس بات کی اجازت ہے کہ اگر زمین بہت نرم ہو' اور بغلی (لحد) قبر کھودنے کی صورت میں قبر کے بیٹھنے کا خطرہ ہو' تو پھر لحد والی قبر یا میت کو تابوت میں رکھ کر لحد میں رکھنے کے مابین اختیار ہے۔ کمافي ردالمحتار قوله يلحد لأنه السنة وصفة ان يحفر القبر ثم يحفر في جانب القبلة منه صغيرة فيوضع فيها الميت ويجعل ذلك كالبيت المسقف حليه وقوله ولا يشق وصفة أن يحفر في وسط القبرة منه صفيرة فيوضع فيها الميت (حلية) قوله إلا في أرض رخوة فيخير بين الشق واتخاذه تابوت عن الدر المنتقى ومثله في النهر ومقتضى المقابلة أنه يلحد يوضع التابوت في اللحدا ه (ردالمختار ۲/ ۲۳۴)......

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے صاحبزادے عامر بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے مرض وفات میں وصیت فرمائی تھی کہ میرے واسطے بغلی قبر بنائی جائے۔ اور اس کو بند کرنے کے لئے کچی اینٹیں کھڑی کر دی جائیں جیسے رسول ﷺ کے لئے کیا گیا تھا' (معارف الحدیث ۳/ ۳۵۲) اگر چہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دونوں طرح کے قبریں بنائی جاتی تھیں لیکن افضل لحد کا طریقہ ہے۔ اسی طرح میت کے تدفین میں اس بات کا بھی لحاظ رکھنا اسلامی تعلیمات میں ضروری ہے کہ میت کو قبر میں مٹی پر ہی رکھا جائے' اور اس کی قبر کو کچی اینٹوں اور نرکل وغیرہ سے بند کر دیں اس لئے قبر میں میت کے نیچے کوئی فرش وغیرہ بچھانا مکروہ ہے' کماقال ابن عابدینؒ قال في الحلية ويكره أن يوضع تحت الميت في القبر مضربة أومخدة أو حصيرا و نحو ذلك (ردالمختار ۲/ ۲۳۴) ...... اس لئے فقہاء کرام نے بلا وجہ تابوت میں مردے کو دفنانے کے عمل کو مکروہ کہا ہے۔ کماقال ابن عابدينؒ وقد يقال يوضع التابوت في الشق اذا لم يكن فوقه بناء لئلا يرمس الميت في التراب أما اذا كان له سقف أوبناء معقود فوقه لقبور بلادنا ولم تكن

الارض ندية ولم يلحد فيكره التابوت (ردالمحتار ۲/۲۳۴) ...... كما قال العلامة الحصكفيؒ ولأباس باتخاذ تابوت ولو من حجر او حديد له عند الحاجة كرخاوة الارض' قال ابن عابدينؒ تحته اى يرخص ذلك عند الحاجة و الاكره كما قدمناه انفا قال في الحلية نقل غير واحد عن الامام ابن الفضل أنه جوزه في أراضيهم لرخاوتهم وقال لكن ينبغي أن يفرش فيه التراب وتطين الطبقة العليا ممايلي الميت ويجعل اللبن الخفيف على يمين الميت ويساره ليصير بمنزلة اللحد والمراد بقوله ينبغي يسن كما أفصح به فخر الاسلام وغيره بل في الينابيع والسنة أن يفرش في القبر التراب ثم لم يتعقبوا الرخصة في اتخاذه من حديد بشئي ولا شك في كراهته كما هو ظاهر الوجه اه (ردالمحتار ۲/۲۳۵)۔

لیکن اگر کہیں زمین نرم ہو جہاں قبر بیٹھ جانے کا خطرہ ہو یا مردہ کی حالت ایسی ہو کہ اس کو بغیر تابوت کے دفنانا ممکن نہ ہو' یا کسی ملک کا قانونی تقاضا ہو' تو پھر اس حالت اور ضرورت کے تحت مردے کو تابوت میں دفنایا جاسکتا ہے مگر میت کو تابوت میں رکھنے سے قبل تابوت کے اندر جس حصہ سے مردہ کا جسم لگتا ہے وہاں گارہ یا مٹی ڈالی جائے' اوپر والے حصے کو گارہ سے لیپ دیا جائے اور میت کے دائیں اور بائیں کچی اینٹیں رکھی جائیں۔

(۲) میت کو قبر میں دفنانا فرض کفایہ ہے لیکن اگر کوئی شخص سمندر کے اندر سفر کے دوران جہاز میں انتقال کر جائے تو اولاً کوشش یہ کی جائے کہ لاش کو ساحل تک لے جایا جائے' یا ساحل پر پہنچنے تک لاش کے خراب اور سڑنے سے محفوظ کرنے کا انتظام کیا جائے' تاکہ ساحل پر پہنچ کر اس لاش کو قبر میں دفن کیا جاسکے لیکن اگر ساحل تک پہنچنے یا لاش کو محفوظ رکھنے کا انتظام ممکن نہ ہو اور لاش کے گل سڑ جانے کا خطرہ ہو تو پھر میت کو غسل دے کر اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور جنازہ پڑھنے کے بعد اس لاش کے ساتھ کوئی وزنی چیز باندھ کر لاش کو سمندر میں ڈال دیا جائے۔ كما قال العلامه ابن نجيم من مات في السفينة يغسل ويكفن ويصلى عليه ويرمى في البحر (البحر الرائق ۲/۱۹۳)......وقال الحصكفيؒ مات في سفينة غسل و كفن وصلى عليه والقى في البحر ان لم يكن قريباً من البر قال ابن عابدينؒ قوله وألقى في البحر قال في الفتح وعن أحمد يثقل ليرسب وعن الشافعية كذلك أن كان قريباً من دار الحرب وإلاشدّ بين لوحين ليقذفه البحر فيد فن (قوله أن لم يكن قريباً من البر) الظاهر تقديره بأن يكون بينهم وبين البرمدة يتغير الميت فيها ثم رأيت في نور الايضاح التغير بخوف الضرربه۔ (ردالمحتار ۲/۲۳۵)